علامہ لطیف انور مرحوم

ادائے زیست ترے قرب کا عطیہ ہے

فضا میں تیرے تکلم کی باس ہے ابتک
صبا کو تیرے تبسم کا پاس ہے ابتک

تری نگاہ نے جس کو جلال بخشا تھا
زبانِ دل پہ وہی التماس ہے ابتک

کتاب دل میں زمانے کے ہاتھ سے محفوظ
ترے خلوص کا کچھ اقتباس ہے ابتک

سکوت تیری صدا کا پکارتا جائے
کہ آدمی کے مقدر میں یاس ہے ابتک

نہ تیرے بعد کوئی محرمِ وفا گزرا!
رہِ حیات کی ہر شئے اداس ہے ابتک

متاعِ عام نہیں عشق کی توانائی
بہت ضعیف ہے جہاں کی اساس ابتک

کبھی تو سینۂ ہستی کو چاک کر دے گی
وہ اک فغاں کہ رہین قیاس ہے ابتک

زمیں پہ پھول ہیں شاخوں پہ جابجا کانٹے
میرے چمن کی ہوا بدحواس ہے ابتک

وہ خوئے قتل کہ پروردۂ سیاست ہے
جہانِ نخوتِ آدم کو راس ہے ابتک

اُتر فلک سے کسی دن ضرور برسے گی
زمیں کو خونِ من و تو کی پیاس ہے ابتک

وفا برہنگیٔ آرزو سے کم تو نہیں
کہ دیدۂ زیب زیا کا لباس ہے ابتک

ہزار رحمت جلوہ ہے جسکی محرومی
وہ اک طلسم دل غم شناس ہے ابتک

ادائے زیست تیرے قرب کا عطیہ ہے
مرا شعور سراپا سپاس ہے ابتک

❋ ✳ ❋

محترم ملک عبدالغفور انوری (رحمتہ اللہ علیہ) نے بیان کیا کہ شاہ جی کے آخری برسوں کی بات ہے ایک روز میں شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حسب معمول پُرسش احوال کی۔ مجھے فرمانے لگے:.... اک بات کہیں تم سے؟..... خفا تو نہیں ہو گے؟ میں نے کہا نہیں، شاہ جی ہر گز نہیں! آپ ضرور فرمائیں۔ شاہ جی نے پھر یہی فرمایا کہ "اک بات کہیں تم سے؟ خفا تو نہیں ہوں گے؟" میں اس پر واقعی پریشان ہو گیا۔ اور زیادہ لجاجت سے عرض کہ شاہ جی! آپ بِلا تردد ارشاد فرمائیں۔ آخر سے مجھ کیا خطا سرزد ہو گئی ہے؟ شاہ جی مسکرائے اور پھر سہ بارہ، یہی بات دہرائی۔--- اک بات کہیں تم سے خفا تو نہیں ہو گے؟ اب میری کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ لیکن شاہ جی نے فوراً ہی فرمایا۔--- پہلو میں ہمارا دلِ مضطر نہیں ملتا! اب میں سمجھا کہ اوہو، شاہ جی تو شعر پڑھ رہے تھے۔ اور میری حالت سے لطف لے رہے تھے۔ شاہ جی کا شعر پڑھنا اور شعر کی معنویت اور مناسبت کو اس حسن و خوبی سے ظاہر کرنا۔ یہ سب دل پر نقش ہو گیا۔ ہمیشہ کے لئے۔

اک بات کہیں تم سے خفا تو نہیں ہوگے؟
پہلو میں ہمارا دلِ مضطر نہیں ملتا۔

(یہ شعر آغا شاعر لکھنوی کا ہے۔ ذوالکفل)